منسوب آثار کی حقیقت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

رسول اللہ ﷺ کے آثار مبارکہ سے تبرک صرف آپ ﷺ کے قریب زمانے والے لوگوں، یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے حصے میں آیا۔ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد ان آثار سے تبرک کا حصول ممکن نہیں، کیونکہ یہ تمام آثار مفقود ہو چکے ہیں، بعض لوگوں نے خود تراشیدہ آثار رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرر کھے ہیں، ان کے پاس اپنے بیان کردہ آثار کے اثبات کی سند تک نہیں ہے، بلکہ وہ لوگ محض دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔

جس طرح آپ ﷺ سے کوئی قول، فعل یا سکوت منسوب کرنا بہت احتیاط طلب ہے کہ جھوٹ منسوب کرنے سے آپ ﷺ کی یہ حدیث صادق آتی ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري : ١٠٧، صحيح مسلم : ٣)

اسی طرح کسی ایسے اثر، مثلاً نعلین، بال، جبہ یا پگڑی کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی انتہائی احتیاط طلب ہے، ایسا کرنے والا بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی وعید کا مصداق ہے۔ لہٰذا اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے، خود ساختہ تبرکات کو نبوی تبرکات کہہ کر لوگوں میں متعارف کروانے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہئے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی

طرف جھوٹ تو منسوب نہیں کر رہے؟

اگر کوئی شخص چودہ سو سال گزر جانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب تبرکات کا دعویٰ کرتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ پر صحیح سند پیش کرے۔

اگر کوئی کہے کہ یہ نعلین شریفین نبی کریم ﷺ کے ہیں یا یہ مبارک بال آپ ﷺ کے ہیں، تو کیا اتنی سی بات پر ان نعلین اور بالوں کی تعظیم وتکریم کرنا شروع کر دی جائے؟ ان سے تبرک حاصل کرنے لگیں؟

نہیں بلکہ ان کے انتساب پر صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر کوئی صحیح سند پیش نہ کر سکا تو اس کی بات کو ٹھکرا دیا جائے گا، کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ ہے، لہٰذا اس معاملہ کی حساسیت کو سمجھنا ہو گا۔

بجا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے منسوب کوئی چیز با وثوق ذرائع سے ثابت ہو جائے، تو اس سے تبرک کا انکار کرنا سرا سر گمراہی اور انتہا درجہ کی بدبختی ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے معاملہ کو انتہائی حقیر سمجھتے ہوئے سینہ زوری سے کام لیتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے دلیل وثبوت کا طالب ہو تو اس پر گستاخ کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

آثار نبویہ مفقود ہو چکے ہیں:

یہ نا قابل تردید حقیقت ہے کہ آثار نبویہ مفقود ہو گئے ہیں، اب دنیا میں ان کا وجود باقی نہیں رہا۔

① منبر رسول ﷺ ۶۵۴ھ میں جل گیا تھا۔

② یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا جنازہ نبی کریم ﷺ کی چارپائی پر اٹھایا گیا تھا۔

(تاريخ يحيي بن معين برواية الدّوري : ٦٧/٣)

بعد میں اس مبارک چارپائی کا کیا ہوا؟ کوئی علم نہیں۔

③ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی مبارک تھی، جسے وہ ہر وقت اپنی تلوار کے ساتھ باندھ کر رکھا کرتے تھے، ان کی وصیت تھی کہ اس چھڑی کو ان کے کفن کے ساتھ رکھ دیا جائے، چنانچہ اسے ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔(مسند الإمام أحمد : ٤٨٦/٣، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ (٩٨٢) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (٧١٦٠) نے اس حدیث کو، جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباري : ٤٣٧/٢) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

④ سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی چادر مبارک مانگی اور وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔(صحیح البخاري : ١٢٧٧)

⑤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی۔ ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی کی زینت بنی۔ بالآخر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی، باوجود بسیار کوشش کے نہ مل سکی۔(صحیح البخاري : ٥٨٦٦۔٥٨٧٩)

بیعت رضوان والے درخت کا معاملہ:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَی الشَّجَرَةِ الَّتِي بَایَعْنَا تَحْتَھَا، کَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰہِ .

''ہم (مقام حدیبیہ پر) صلح حدیبیہ کے دوسرے سال آئے، تو ہم میں سے دو

آدمی بھی اس درخت کی نشاندہی پر متفق نہ ہو سکے، جس کے نیچے ہم نے رسول ﷺ سے بیعت کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔" (صحيح البخاري : ٢٩٥٨)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ لَّا يَحْصُلَ بِهَا افْتِتَانٌ لِّمَا وَقَعَ تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ، فَلَوْ بَقِيَتْ لَمَا أُمِنَ تَعْظِيْمُ بَعْضِ الْجُهَّالِ لَهَا، حَتّٰى رُبَّمَا أَفْضٰى بِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ أَنَّ لَهَا قُوَّةَ نَفْعٍ أَوْ ضَرٍّ، كَمَا نَرَاهُ الْآنَ مُشَاهَدًا فِيمَا هُوَ دُونَهَا، وَإِلٰى ذٰلِكَ أَشَارَ ابْنُ عُمَرَ بِقَوْلِهِ : كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ، أَيْ كَانَ خَفَاؤُهَا عَلَيْهِمْ بَعْد ذٰلِكَ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

"درخت کے غائب کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اس درخت کے نیچے رونما ہونے والے معاملہ خیر کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر وہ باقی رہتا، تو بعض جاہل لوگوں کی طرف سے اس کی تعظیم کا اندیشہ تھا۔ لوگ یہ عقیدہ گھڑ لیتے کہ درخت نفع ونقصان کا مالک ہے، ہم مشاہدہ کر چکے کہ اس سے کم تر چیزوں سے بارے میں ایسا عقیدہ رکھا جا رہا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بات میں اسی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس سال کے بعد اس درخت کا مخفی ہو جانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔" (فتح الباري : ١١٨/٦)

② سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبِي مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، قَالَ : فَانْطَلَقْنَا فِي قَابِلٍ حَاجِّينَ، فَخَفِيَ عَلَيْنَا مَكَانُهَا، فَإِنْ

كَانَتْ تَبَيَّنَتْ لَكُمْ؛ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ .

''میرے والد گرامی ان لوگوں میں شامل تھے، جنہوں نے درخت کے نیچے نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے سال جب ہم حج کرنے کے لیے گئے، تو ہمیں درخت والی جگہ نہ ملی۔ اگر وہ آپ کے سامنے ظاہر ہو جائے، تو آپ زیادہ سمجھ دار ہو۔''(صحیح مسلم : ۱۸۵۹)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (م:٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : سَبَبُ خَفَائِهَا أَلَّا يُفْتَتَنَ النَّاسُ بِهَا لِمَا جَرٰى تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ وَنُزُولِ الرِّضْوَانِ وَالسَّكِينَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَلَوْ بَقِيَتْ ظَاهِرَةً مَّعْلُومَةً لَّخِيفَ تَعْظِيمُ الْأَعْرَابِ وَالْجُهَّالِ إِيَّاهَا وَعِبَادَتُهُمْ لَهَا، فَكَانَ خَفَاؤُهَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰه تَعَالٰى .

''علما نے اس کے مفقود ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس درخت کے نیچے جو خیر، خوشنودی اور سکینت وغیرہ ملی تھی، اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر وہ ظاہر اور معلوم رہتا، تو دیہاتی اور جاہل لوگ اس کی تعظیم اور عبادت کرنے لگتے، لہٰذا اس کا مخفی رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۵/۱۳)

جب زمین کا ایک ظاہری ٹکڑا صحابہ کرام پر مخفی ہو گیا، تو ہمارے زمانہ میں قطعیت اور یقین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف تبرکات کی نسبت کا دعویٰ کیسے ممکن ہے۔ یہ نسل در نسل ثقہ اور معتبر راویوں کے واسطے سے ہم تک نہیں پہنچے، نہ ان کے متعلق دعویٔ تواتر ثابت ہے۔ محض بے سند باتوں کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

موجودہ آثار کے بارے علامہ لکھنوی کی رائے:

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی آثار انبیا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''پس ان تمام احادیث و روایات سے اہل ایمان کی نظر میں بہ خوبی ثابت ہے کہ جملہ آثار ومشاہد نبوی سے برکت حاصل کرنا اور ان کی عظمت کرنا اللہ کی نعمتوں میں سے عمدہ نعمت ہے اور اس قسم کی برکت اور تعظیم کا ثبوت خود حضور روحی فداہ اور حضرات صحابہ کرام علیہم السلام کے افعال سے پایا جاتا ہے، لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ جس طرح ان احادیث سے آثار نبوی کی برکت اور تعظیم کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح تعظیم اور برکت حاصل کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے، پس جس طرح وہ شخص جو منکر برکت آثار نبویہ ہو، بد دین اور گناہ گار ہے، اسی طرح وہ شخص بھی مبتدع اور مخالف سنت سمجھا جائے گا، جو طریق مرویہ حدیث کے خلاف تعظیم کا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے ایجاد کرے، کیونکہ مخالفت سنت میں دونوں برابر ہیں اور یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر خاص صریح منہیات شرعیہ اور محرمات یقینیہ سے شامل نہ ہو اور اگر اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر محرمات شرعیہ سے بھی شامل کیا جائے، تو ایسی حالت میں دو نقصان ہوں گے، ایک تو طریق خاص کا احداث اور دوسرے محرمات شرعیہ کا ارتکاب اور ان دونوں باتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کا مرتکب غیر مستحل فاسق اور مستحل کافر ہے۔

دوسرے اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو برکت اور تعظیم حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے آثار کے لیے ثابت ہے، وہ حضور ہی کے آثار کے ساتھ مخصوص

ہے، دوسرے کے آثار کے ساتھ وہ معاملہ کرنا، جو آپ کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے، حرام ہے۔ پس ضرور ہوا جس کسی خاص جبہ اور خاص لباس اور خاص بال کی نسبت یہ دعویٰ کیا جائے کہ حضور روحی فداہ کے آثار ہیں، تو اول اس بات کا یقین حاصل کیا جائے کہ فی الواقع یہ آثار آپ کے ہیں یا دوسرے شخص کے ہیں، جن کو آپ کی جانب کسی طمع سے نسبت کر دی ہے تاکہ اس یقین سے غیر کے آثار کے ساتھ آنحضرت کے آثار کا ایسا برتاؤ لازم نہ آئے اور اس قسم کا یقین کا حصول ایسے امور کی نسبت بغیر طریقے کے متعذر ہے، جس کو محدثین رحمہم اللہ نے روایت حدیث میں اختیار کیا ہے، کیونکہ اثبات آثار نبوی بھی حدیث ہے، جو رسول سے مروی ہو اور جو حدیث رسول سے مروی ہو، اس میں یہی طریقہ مسلوک ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اُن آثار کا ثبوت ایسے طریق روایت پر موقوف ہو، تو اس کی صحت اور عدم صحت بھی صحت اسناد اور عدم صحت اسناد پر موقوف ہو گی اور جب اس کے لیے سند ضعیف بھی میسر نہ ہو، تو صرف جاہلوں کے محضر نامے اس کو ثابت نہیں کر سکتے، پس خلاصہ کلام کا یہ ہو گا کہ بلاشبہ تعظیم آثار نبوی علامات ایمان میں سے ہے، جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے، لیکن وہ تعظیم اور تبرک انہیں طرق میں منحصر ہے، جو احادیث سے ثابت ہیں اور یہ تعظیم اس بات کی فرع ہے کہ ان آثار و تبرکات کا انتساب حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلاۃ کی ذات اقدس کی طرف صحیح ہو اور صحت انتساب صحت روایت پر موقوف ہے، پس جو آثار بصحت روایت ثابت ہیں، بلاشبہ ان کی تعظیم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے موافق کرنا چاہئے اور ان

سے برکت حاصل کرنے میں کوئی شبہ نہیں اور جو بصحت روایت ثابت نہ ہوں، اُن کے ساتھ بے تحقیق کیے ہوئے وہ معاملہ کرنا، جو آپ کے آثار ثابتہ سے کرنا چاہئے، ایسا ہے جیسے بے سند کلام کو حدیث کہنا اور اُس پر عمل کرنا جن کی نسبت سخت وعید وارد ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ از لکھنوی: ۳/ ۱۷۵۔۱۷۶)

ایک اور رائے:

❁ مفتی محمد شریف الحق امجدی بریلوی (مبارک پور، اعظم گڑھ، یو، پی) لکھتے ہیں:
''محض شاہی مسجد میں رکھا ہونا، کوئی ثبوت نہیں کہ فلاں چیز حضور اقدس ﷺ کی استعمال کی ہوئی ہے، اس کے لیے ثبوت کی حاجت ہے، اس لیے دلیل آپ کے ذمے ہے۔'' (فتاویٰ شارح بخاری: ۱/ ۴۷۹)

موجودہ آثار اور دیگر اہل علم:

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:
هٰذَا إِذَا كَانَ النَّعْلُ صَحِيْحًا، فَكَيْفَ بِمَا لَا يُعْلَمُ صِحَّتُهٗ، أَوْ بِمَا يُعْلَمُ أَنَّهٗ مَكْذُوْبٌ، كَحِجَارَةٍ كَثِيْرَةٍ يَّأْخُذُهَا الْكَذَّابُوْنَ وَيَنْحِتُوْنَ فِيهَا مَوْضِعَ قَدَمٍ، وَيَزْعَمُوْنَ عِنْدَ الْجُهَّالِ أَنَّ هٰذَا الْمَوْضِعَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
''یہ (تعظیم والا معاملہ) تو اس وقت (زیر بحث آ سکتا) ہے، جب ان جوتوں کی نسبت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو، لیکن اگر ان کی صحت کا علم ہی نہیں، ان کا

جھوٹا ہونا بالکل معلوم ہے، بعض جھوٹے لوگ پتھر لے کر اس میں آپ ﷺ کے پاؤں کا نقش بناتے ہیں اور پھر جاہلوں کے سامنے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس جگہ پر نبی کریم ﷺ کے قدموں کے نشان ہیں، تو اس صورت میں ان کی تعظیم کیسے درست ہوسکتی ہے؟'' (اقتضاء الصّراط المستقیم : ۲/۳۳۷)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م : ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِثْلُ هٰذَا يَقُوْلُهٗ هٰذَا الْإِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِيْنَ سَنَةً، فَمَا الَّذِي نَقُوْلُهٗ نَحْنُ فِي وَقْتِنَا لَوْ وَجَدْنَا بَعْضَ شَعْرِهٖ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ، أَوْ شِسْعَ نَعْلٍ كَانَ لَهٗ، أَوْ قُلَامَةَ ظُفْرٍ، أَوْ شَقَفَةً مِّنْ إِنَاءٍ شَرِبَ فِيْهِ، فَلَوْ بَذَلَ الغَنِيُّ مُعْظَمَ أَمْوَالِهٖ فِي تَحْصِيْلِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ، أَكُنْتَ تَعُدُّهٗ مُبَذِّرًا أَوْ سَفِيْهًا ؟ كَلَّا .

''اس طرح کی بات نبی کریم ﷺ کے پچاس سال بعد امام (ابن سیرین رحمہ اللہ) نے کہی ہے۔ اب اگر ہمارے زمانے میں ہمیں نبی ﷺ کے بال، جوتے کے تسمے، ناخن اور برتن کا ٹکڑا، جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے، کا ثبوت صحیح سند کے ساتھ مل جائے، تو ہم کیا کہیں گے؟ اگر کوئی امیر آدمی اس کے حصول کی خاطر کثیر زر خرچ کر دے، تو کیا آپ اسے فضول خرچ اور بیوقوف کہیں گے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔'' (سير أعلام النّبلاء : ٤/٤٢)

ثابت ہوا کہ اہل علم تبرکات نبویہ میں سند کو صحت اور عدمِ صحت کے لیے بنیاد بناتے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی سند پر اعتبار کرنا چاہئے، یہی سبیل المومنین ہے۔

۞ علامہ البانی رحمہ اللہ (م: ۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِشَارَةِ إِلٰى أَنَّنَا نُؤْمِنُ بِجَوَازِ التَّبَرُّكِ بِآثَارِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نُنْكِرُهُ خِلَافاً لِّمَا يُوْهِمُهُ صَنِيْعُ خُصُوْمِنَا، وَلٰكِنْ لِّهٰذَا التَّبَرُّكِ شُرُوْطاً؛ مِّنْهَا الْإِيْمَانُ الشَّرْعِيُّ الْمَقْبُوْلُ عِنْدَ اللّٰهِ، فَمَنَ لَّمْ يَكُنْ مُّسْلِمًا صَادِقَ الْإِسْلَامِ؛ فَلَنْ يُّحَقِّقَ اللّٰهُ لَهٗ أَيَّ خَيْرٍ بِتَبَرُّكِهٖ هٰذَا، كَمَا يُشْتَرَطُ لِلرَّاغِبِ فِي التَّبَرُّكِ أَنْ يَّكُوْنَ حَاصِلًا عَلٰى أَثَرٍ مِّنْ آثَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْتَعْمِلُهٗ، وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّ آثَارَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابٍ أَوْ شَعْرٍ أَوْ فُضْلَاتٍ قَدْ فُقِدَتْ، وَلَيْسَ بِإِمْكَانِ أَحَدٍ إِثْبَاتُ وُجُوْدِ شَيْءٍ مِّنْهَا عَلٰى وَجْهِ الْقَطْعِ وَالْيَقِيْنِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ؛ فَإِنَّ التَّبَرُّكَ بِهٰذِهِ الْآثَارِ يُصْبِحُ أَمْرًا غَيْرَ ذِي مَوْضُوْعٍ فِي زَمَانِنَا هٰذَا، وَيَكُوْنُ أَمْرًا نَّظَرِيًّا مَّحْضًا، فَلَا يَنْبَغِي إِطَالَةُ الْقَوْلِ فِيهِ.

''مخالفین ہمارے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، ہمارا آثار نبویہ سے تبرک کے جواز پر ایمان ہے، ہمیں اس سے بالکل انکار نہیں۔لیکن اس تبرک کی چند شرائط ہیں؛ ① تبرک لینے والا خود مسلمان اور ایمان والا ہو، جو سچا مسلمان نہیں ہوتا، اللہ اسے آثار نبویہ سے تبرک میں کوئی خیر نہیں دیتا۔

② جس چیز سے تبرک لے رہا ہے، اس چیز کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت

ثابت ہو، مگر ہمیں معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بال، لباس اور دیگر آثار مفقود ہو چکے ہیں۔ اب کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ انہیں یقینی اور قطعی طور پر ثابت کر سکے۔ سو، ہمارے اس زمانے میں آثار نبویہ سے تبرک لینا بے جا ہے، یہ محض ایک خیالی معاملہ ہے، جس پر لمبی گفتگو کرنا نا مناسب ہے۔''

(التّوسل وأنواعه و أحكامه، ص ١٤٤، وفي نسخة: ١٦١ـ١٦٢)

سبیل مومنین اور ایک شاذ مؤقف:

❁ جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسی جگہ ثبوت یقینی با سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں، اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے۔ ائمہ دین نے صرف حضور اقدس کے نام سے اُس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۱/۴۱۲)

نہ معلوم وہ کون سے ائمہ دین ہیں، جو آثار نبویہ کے لیے سند کو بنیاد نہیں بناتے؟ بلکہ بے سروپا دعووں پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ یقیناً ائمہ میں سے کسی ایک امام کا نام نہیں بتایا جا سکتا، کہ جس نے آثار نبویہ میں سند کو بنیاد نہ بنایا ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ تحقیق کے پیچھے نہ پڑنا اور بغیر تحقیق کے تعظیم و تبرک میں پڑنا کم نصیبی اور محرومی ہے۔

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''تبرکات کے ثبوت کے لیے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں، کافی ہے۔'' (جاء الحق: ۱/۳۷۶)

نکاح وولدیت کا ثبوت اور تبرکات :

۞ نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں، اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث سے، نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود، مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے، اتنا ہی کافی ہے، اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لیے صرف شہرت معتبر ہے۔'' (جاء الحق: ۱/۳۷۶)

عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کا معاملہ عام دعوؤں سے مختلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی چیز کو منسوب کرنا دلیل وثبوت کا متقاضی اور احتیاط طلب معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف آثار کے انتساب کا مطلب ہے کہ ایک وصف کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی جا رہی ہے۔ اس کی مثال یوں لیں کہ کسی جوتے کو نبی ﷺ کا جوتا قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ جوتا پہنا کرتے تھے۔ یوں یہ ایک حدیث ہے اور کسی جھوٹی حدیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنے کا انجام یہ ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري: ۱۲۹۱، صحيح مسلم: ۳)

موجودہ دور کے تبرکات ثابت نہیں، لہٰذا ان کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کرنا جسارت ہے۔

نکاح کی مثال تو بے محل ہے، کیوں کہ نکاح علی الاعلان کیا جاتا ہے۔ دو خاص

گواہوں کے علاوہ باقی لوگ بھی اس کے گواہ ہوتے ہیں۔ گواہ اس لیے ہوتے ہیں کہ اگر اس بارے میں کوئی قانونی پیچیدگی ہوئی، تو یہ لوگ عدالت کو اس حوالے سے مطمئن کر سکیں۔ جب پورے علاقے والے لوگ نکاح کے گواہ ہوتے ہیں، تو موجودہ اور آنے والی تمام نسلوں کو بھی یہ گواہی پہنچ جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کے نکاح کے دونوں گواہ فوت ہو چکے ہوں، تو کیا عدالت میں اس کے نکاح کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکے گا؟

جب کہ نبی اکرم ﷺ سے منسوب تبرکات کو ثابت کرنا ممکن ہی نہیں۔ محدثین اور اہل علم نے ان کے لیے صحیح سند کی شرط لگائی ہے اور موجودہ تبرکات کو خود حنفی اہل علم نے بھی مسترد کر دیا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

۞ نعیمی صاحب ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان سے پوچھا گیا کہ جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے: عبدالرحمٰن، والد مہربان کا اسم گرامی کیا ہے؟ فرمایا کہ عبد الرحیم، ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں؟ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں، اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا، یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے، رُک کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے، ہم نے کہا: جب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے، شرمندہ ہو گئے۔'' (جاء الحق: ۱/۳۷۸)

یہ خلط مبحث ہے۔ بات نبی اکرم ﷺ کی طرف کسی چیز کی نسبت کی ہو رہی ہے، جس کے بارے میں بڑی وضاحت سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ کی

طرف جھوٹی نسبت جہنم میں جانے کا باعث ہے۔ اس کے برعکس شریعت ہی نے یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، تو وہ اسی کی طرف منسوب ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ بھی دعویٰ کر دے کہ میں نے اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا اور یہ میرا بچہ ہے، تو بھی اس کا دعویٰ مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ بچہ تو اسی کا ہو گا، جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، جبکہ زنا کا دعویٰ کرنے والے کو زنا کی سزا دی جائے گی۔

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ .

''بچہ بستر (والے) کا ہی ہو گا، البتہ (شادی شدہ) زانی کے لیے (زنا کی سزا کے طور پر) پتھر ہیں۔'' (صحيح البخاري: ٦٧٤٩، صحيح مسلم: ١٤٥٧)

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا نہیں، تو اس نے اس پر ''ناجائز'' ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس دعویٰ پر اسے چار گواہ پیش کرنا ہوں گے، ورنہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے، مگر تبرکات کے متعلق کوئی دعویٰ کر دے کہ یہ تبرکات اصلی نہیں، تو اس کو گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ تبرکات کے اصلی ہونے کے دعویدار پر ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا تبرکات کو نکاح یا کسی کے حلالی وحرامی ہونے کے دعوے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی قبیل سے ہے۔

ایک جھوٹے نقش پا کا قصہ:

حال ہی کا واقعہ ہے۔ موضع ''دھرابی'' ضلع چکوال میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے گھر میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ کے مبارک قدم کا نشان باقی ہے۔ لوگ قافلوں کی صورت میں وہاں پہنچے، لیکن بہت جلد اس جھوٹے دعویٰ کی قلعی کھل گئی۔

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تبرکات کا تعلق دین اور عقیدہ سے ہے، انہیں لوگوں کے رحم و کرم پر مت چھوڑا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آثارِ نبوی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر مدنظر رکھنا چاہیے، احتیاط کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا مسئلہ بڑا سخت ہے، یہ جھوٹے دعوے روز قیامت وبالِ جان بن جائیں گے۔

تبرکات نبویہ کی تشبیہ:

آثار نبویہ سے تبرک حاصل کرنا حق ہے، مگر تبرک اس طریقہ سے حاصل کیا جائے، جیسے صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین حاصل کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے تبرکات کی شبیہات بنا رکھی ہیں۔ اسی طرح نعلین کریمین کی فرضی اور مصنوعی تصاویر جھنڈیوں کی زینت بنتی ہیں۔

اولاً تو جن نعلین کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے، وہ نسبت ثابت ہی نہیں۔ ثانیاً آثار نبویہ کی فرضی تصاویر اور تشبیہ سے تبرک حاصل کرنا بری بدعت ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اس سے ناواقف تھے۔ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ ایجاد دین اور غلو ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا ہرگز یہ تقاضا نہیں کہ آپ ﷺ کے آثار کی شبیہ بنا لی جائے، اس فرضی تصویر اور شبیہ کی وہی تعظیم وتکریم بجالائی جائے، جو اصلی تبرکات کی بھی جائز نہیں۔ تبرکات کی تصویر بدعت اور منکر ہے۔ یہ شرک تک پہنچنے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی دلیل کا طلب گار ہو، تو اسے گستاخ کہہ دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ان تصاویر اور شبیہات کو مصنوعی اور فرضی کہہ دے، تو اسے طرح طرح کے فتوؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر کوئی فرضی تصاویر کو ختم کر دے تو اسے گستاخِ رسول قرار دیا جاتا ہے، بلکہ اس کے خلاف شور برپا کیا جاتا ہے۔

آثار نبویہ کی شبیہات اور اسلافِ امت:

✿ جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن وطبقہ کے علما وصلحا میں معمول ورائج، ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک اور ان کی تکریم تعظیم رکھتے آئے ہیں۔''

(شفاء الوالة في صور الحبيب و مزاره ونعاله، مندرج في فتاویٰ رضوية: ٤٥٦/٢)

تابعین اور اکابر دین کی طرف اس بات کی نسبت کو اگر نرم سے نرم الفاظ میں بھی بیان کیا جائے، تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک بے حقیقت بات ہے، جس کا ثبوت قیامت تک ممکن نہیں۔

نعلین کی شبیہ پر ایک دلیل کا جائزہ:

❁ ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ : وَأَخْرَجَ إِلَيَّ أَبُوْ طَالِبٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ مُّحَمَّدَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ زَحْرَ الْمُنْقَرِيَّ أَخْرَجَ إِلَيْهِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّ أَبَا عُثْمَانَ سَعِيْدَ بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ التُّسْتُرِيَّ أَخْرَجَ إِلَيْهِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّهٗ تِمْثَالٌ لِّنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِيَّ أَخْرَجَ ذٰلِكَ إِلَيْهِ بِأَصْبَهَانَ وَحَدَّثَهٗ بِهٖ، قَالَ : وَنَا أَبُوْ طَالِبٍ، قَالَ : وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَدِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ زَحْرٍ الْمُنْقَرِيُّ : حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْحَسَنِ التُّسْتُرِيُّ بِتُسْتُرَ : أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَلْفَزَارِيُّ، قَالَ : قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ : قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، وَاسْمُ أَبِي أُوَيْسٍ؛ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُوَيْسِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ الْأَصْبَحِيُّ، قَالَ : كَانَتْ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي حُذِيَتْ هٰذِهِ النَّعْلُ عَلٰى مِثَالِهَا؛ عِنْدَ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُوَيْسٍ الْحَذَّاءِ، فَحَذَا مِثَالَ هٰذَا النَّعْلِ بِحَضْرَتِهٖ عَلٰى مِثَالِ نَعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهَا سَواءً، وَلَهَا قِبَالَانِ.

’’۔ ۔ ۔ ابوعبداللہ اسماعیل اصبحی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نعلین

مبارک اسی طرح کے تھے، جس طرح اسماعیل بن عبداللہ بن اویس موچی کے پاس ان کی بنی ہوئی شبیہ تھی۔ اس (اسماعیل موچی) نے ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کے جوتوں جیسے جوتے بنائے، جن کے دو تسمے تھے۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر: ۲۷/۳۶۲۔۳۶۳)

یہ روایت ایک جھوٹا سلسلہ ہے، کیونکہ:

① ابو طالب عبداللہ بن حسن بن احمد بن حسن بصری کی توثیق نہیں مل سکی۔

② ابو بکر محمد بن عدی بن علی بن عدی منقری بصری کی توثیق درکار ہے۔

③ ابو عثمان سعید بن حسن بن علی تستری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

④ احمد بن محمد فزاری کا تعین اور توثیق مطلوب ہے۔

سند پر نامعلوم اور مجہول راویوں کا قبضہ ہے اور یہ انہی میں سے کسی کی کارستانی ہے۔

معلوم ہوا کہ آثار نبویہ کی شبیہات کے جواز پر بیان کی گئی روایت ایک من گھڑت روایت ہے، نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نعلین کی تصویر بنا کر اور اس کے جھوٹے فوائد بیان کرنا دین میں دخل اندازی ہے۔

قبر رسول ﷺ کی شبیہ:

نبی کریم ﷺ کی قبر یا حجرۂ عائشہ کی شبیہ بنا کر اس کی تکریم و تعظیم کرنا قبیح بدعت ہے، اس کا موجد کون تھا؟ کچھ معلوم نہیں، کسی ثقہ مسلمان سے ایسا کرنا قطعاً ثابت نہیں۔

✿ جناب احمد رضا خان صاحب نے لیکن لکھا ہے:

''رہا نقشۂ روضۂ مبارکہ، اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں،

جس طرح ان تصویروں کی حرمت یقینی ہے، یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۱/۴۳۹)

یہ کسی اہل سنت مسلمان سے بھی ثابت نہیں، چہ جائیکہ اس پر اجماع ہو۔

قبر نبوی سے تبرک اور سلف صالحین:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک تبرکات میں سے نہیں ہے، مبارک ضرور ہے، کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ مدفون ہیں، متبرک اس لیے نہیں کہ صحابہ کرام اور خیر القرون میں کوئی اس کا قائل نہیں۔

بعض لوگ بلا دلیل قبر مبارک سے تبرک کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۞ علامہ سبکی (م: ۷۵٦ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ مَعْلُوْمًا مِّنَ الدِّيْنِ وَسِيَرِ السَّلَفِ الصَّالِحِيْنَ التَّبَرُّكُ بِبَعْضِ الْمَوْتٰى مِنَ الصَّالِحِيْنَ، فَكَيْفَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ أَمْوَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ سَوَاءٌ؛ فَقَدْ أَتٰى أَمْرًا عَظِيْمًا نَّقْطَعُ بِبُطْلَانِهٖ وخَطَئِهٖ فِيهِ، وَفِيهِ حَطٌّ لِّمَرْتَبَةِ النَّبِيِّ إِلٰى دَرَجَةِ مَنْ سِوَاهُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَذٰلِكَ كُفْرٌ بِيَقِيْنٍ، فَإِنَّ مَنْ حَطَّ رُتْبَةَ النَّبِيِّ عَمَّا يَجِبُ لَهٗ؛ فَقَدْ كَفَرَ، فَإِنْ قَالَ: إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِحَطٍّ، وَّلٰكِنَّهٗ مَنْعٌ مِّنَ التَّعْظِيمِ خَوْفاً كَمَا يَجِبُ لَهٗ، قُلْتُ: هٰذَا جَهْلٌ وَّسُوْءُ أَدَبٍ.

''دین اور سلف صالحین کی سیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض نیک فوت شدگان سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے، تو انبیا اور رسولوں سے کیوں جائز نہیں؟ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انبیائے کرام کی قبریں اور عام مسلمانوں کی قبریں برابر مقام رکھتی ہیں، اس کے دعوے کے غلط اور باطل ہونے پر ہمیں یقین ہے۔ جس نے نبی ﷺ کے مقام کو عام مسلمان کے برابر سمجھا، تو یقیناً یہ کفر ہے اور جس نے نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ کم کیا، یقیناً اس نے بھی کفر کیا۔ اگر وہ کہے کہ یہ آپ ﷺ کے مقام کو گھٹانا نہیں ہے، بلکہ تعظیم میں مبالغہ سے روکنے کے لیے ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ جہالت اور بے ادبی ہے۔''

(شفاء السّقام في زيارة خير الأنام، ص ٣١٢)

دین اسلام یا خیر القرون کے سلف صالحین میں کسی سے قبروں سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں۔ رہا انبیا و مرسلین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا، تو یہ بھی دین میں نئی بات ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔ وہ دین ہی کیا، جو خیر القرون میں موجود نہیں تھا۔

نبی کریم ﷺ اور عام مسلمان آدمی کی قبر کو کوئی مسلمان برابر نہیں سمجھتا۔ یہ محض بد گمانی ہے۔ بھلا کوئی سچا مسلمان کیسے سمجھ سکتا ہے کہ ایک قبر مبارک میں پیغمبر کا جسد اقدس ہو، دوسری میں عام اُمتی کا، تو دونوں قبریں برابر مقام رکھتی ہوں؟ ہاں! عدم تبرک میں قبر رسول اور قبر اُمتی کا مسئلہ ایک جیسا ہے، قبر رسول مبارک ہے، متبرک نہیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی شان میں نقص کا کوئی پہلو نہیں، تعظیم وہی ہے، جسے قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہو اور خیر القرون میں جسے اپنایا گیا ہو، اس بات میں جہالت یا سوء ادب کا شائبہ تک نہیں۔

قبر نبوی سے عدمِ تبرک کے قائلین کو جہالت یا سوء ادب کا طعنہ دینا، دراصل سلف صالحین کو مطعون کرنے کی کوشش ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی ایک ایسے شخص کا نام بتایا جائے، جو قبر نبوی سے تبرک کا قائل وفاعل ہو۔ اگر ایسا ممکن نہیں، تو انصاف سے بتایا جائے کہ قبروں سے تبرک کا نظریہ سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کی مخالفت نہیں؟

نقش نعلین سے تبرک:

نقش نعلین سے تبرک بھی بدعت ہے، کیونکہ نقش نعلین بذات خود منکر اور بدعت ہے، جیسا کہ آپ نے معلوم کرلیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نعلین سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔

❀ عیسیٰ بن طہمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَّعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بغیر بالوں کے چمڑے والے دو جوتے لائے، جن کے دو تسمے تھے۔ اس کے بعد مجھے ثابت بنانی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ وہ نعلین کریمین نبی کریم ﷺ کے تھے۔'' (صحيح البخاري: ٣١٠٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بعد یہ مبارک جوتے کس کے پاس تھے، اس کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا آج کل جو لوگ نعلین کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ نسبت غلط ہے۔ جب یہ نسبت ثابت نہیں، تو نقش نعلین بنا کر اسے نبی پاک ﷺ کے مبارک جوتوں کا نقش قرار دینا یقیناً جرم عظیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آثار نبویہ سے جیسے صحابہ کرام نے تبرک حاصل کیا، ویسے ہی تبرک حاصل کرنا جائز ہو گا۔ بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نعلین کا فرضی و مصنوعی نقشہ بنا رکھا ہے، اس کے جھوٹے فوائد بتائے جاتے ہیں، جھوٹے تجربات بیان کیے جاتے ہیں، مثلاً: جس لشکر میں یہ نقشہ ہو گا، وہ فتح یاب ہو گا، جس قافلے میں ہو گا، بہ حفاظت اپنی منزل پر پہنچے گا، جس کشتی میں ہو گا، وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی، جس گھر میں ہو گا؛ وہ جلنے سے محفوظ رہے گا، جس مال و متاع میں ہو گا، وہ چوری سے محفوظ رہے گا اور کسی بھی حاجت کے لیے صاحب نعلین سے توسل کیا جائے، تو وہ پوری ہو کر رہے گی اور اس توسل سے تنگی فراخی میں تبدیل ہو جائے گی۔

نقش نعلین کے فوائد و برکات میں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو حصول برکت کی نیت سے اپنے پاس محفوظ رکھے گا، تو اس کی برکت سے وہ شخص ظالم کے ظلم، دشمنوں کے غلبہ، شیاطین کے شر اور حاسدین کی نظر بد سے محفوظ رہے گا، اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت درد زہ میں اس کو اپنے دائیں پہلو میں رکھ لے، تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیئت سے اس خاتون پر آسانی فرمائے گا۔ اس نقش نعلین کی برکتوں میں سے یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ نظر بد اور جادو ٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے، نیز حادثات سے بچاؤ کے لیے بھی اسے اکسیر بتایا جاتا ہے۔

یہ سب خود ساختہ باتیں ہیں۔ نقش نعلین سے تبرک حاصل کرنے میں ان کا سلف کون ہے؟ ایک مصنوعی نقشہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی مبارک جوتیوں کا نقش ہے اور پھر اس کے فوائد و برکات بیان کرنا کون سا دین ہے؟

منسوب تبرکات کی زیارت:

نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب تبرکات کی زیارت ہوتی ہے، باقاعدہ مخصوص مہینے، مخصوص تاریخ اور مخصوص موقع کے اعلانات ہوتے ہیں، اشتہار چھپتے ہیں۔ وہاں کیا کچھ ہوتا ہے، کسی پر مخفی نہیں۔ ان تبرکات کو مس کیا جاتا ہے، انہیں بوسہ دیا جاتا ہے، جسموں پر ملا جاتا ہے، ان کی زیارت باعث خیر وبرکت اور کارِثواب سمجھی جاتی ہے۔

اخلاقی حوالے سے بھی کئی قباحتیں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں، مرد وزن کا اختلاط، بے حیائی اور بے پردگی عروج، نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کا اکٹھ، تصاویر، عورتوں کا بن ٹھن کر گھروں سے نکلنا، اسی کی قباحتوں میں سے ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

''جب یہ تمام اور ظاہر ہو چکے، تو مسائل کو سمجھنا چاہئے کہ جو لوگ مذکورہ سوال کے موافق موئے مبارک کی زیارت کراتے ہیں، وہ بدعات ومخترعات کے پابند ہیں، روایت مذکورہ بالا کے موافق جب حضرت ام سلمہ سے موئے مبارک کا پانی مریض کے لیے مانگا گیا، تو انہوں نے نہ ڈول تاشہ بجوایا، نہ قرآن خوانی کرائی، نہ مجلس مرتب کی، نہ وقت مقرر کیا، نہ تاریخ معین کی، غرض کسی قسم کے تعینات خاصہ سے اس کو مفید نہیں کیا، بلکہ اس کی برکت کو ہر وقت میں قابل استفادہ خیال کیا، بخلاف اس صورت کے جس کو سائل نے بیان کیا ہے، جس میں تعین ماہ و یوم وتاریخ کو امر ضروری اور ازدیادثواب میں مؤثر خیال کیا ہے، جس کی سنت نبویہ میں کوئی اصل نہیں ہے اور تداعی اور انعقاد محافل خاصہ کو

ضروری خیال کیا ہے، اس میں نوبت ونقارہ اور جملہ مزامیر مہیا کیے جاتے ہیں، جو سراسر شیاطین کے افعال ہیں، مالیدہ موئے مبارک بھی بطور نذر لغیر اللہ کیا جاتا ہے اور تبرک کی طرح بانٹا جاتا ہے، حالانکہ اس سے انتفاع حرام قطعی ہے، غزلیں گاتے ہیں، حالانکہ ایسے راگ بالاتفاق حرام ہیں، پس برکت حاصل کرنا جو زائد سے زائد مستحب ثابت ہوگا، ایسے محرمات شرعیہ کے ارتکاب کا باعث ہوا جن سے اجتناب واجب ہے اور ظاہر ہے جس امر مستحب کے ارتکاب سے ترک واجب لازم آئے، اس کا ترک کرنا واجب ہے، پس اس صورت میں ہر گز شریعت اس بات کی اجازت نہ دے گی کہ ایسی بدعات کے ساتھ اس امر مستحب کا ارتکاب صحیح ہو اور اس کا نفس استحباب بھی اس صورت میں مسلّم ہے، جب ثابت ہو جائے کہ واقعی یہ موئے مبارک حضور ہی کا ہے اور اگر یہ امر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے تو ایسے جلسے میں بقصد تبرک حاضر ہونا بھی جائز نہیں اور موئے مبارک پر نذر ماننا اور چڑھاوا چڑھانا حرام ہے، کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر خدا کی عبادت حرام ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ از لکھنوی: ۳/ ۱۷۷۔۱۷۸)